مولانا طاسینؒ اور مولانا مودودیؒ کے نظریہ مزارعت زمین کا تقابلی مطالعہ

☆ افشاں بھٹی

☆☆ ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب

A Comparative Study of the Theory of *Muzaraat* (Crop Shairing) of *Maulana Taseen* and *Maulana Maudoodi*

Allam Muhammad Taseen and Syed Abul-ala-Maudoodi were two great scholars and thinkers of 20th century. They not only considered the economic problems but also suggested their solutions. Their view are held in high esteem by the scholarly community. In the following article, a comparative study of their views related to economy are being presented so that the world may get rid of the pros and cons of communism and capitalism. The Islamic economic system thus rises as the best and the most practical system in the world. Hereby the Muzaraat related reforms are our main focus.

علامہ محمد طاسینؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بیسویں صدی کے دو ایسے مفکر و دانشور ہیں جو اسلامی معاشیات پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ معاشی مسائل کا حل بھی تجویز کرتے ہیں اور ان کے نظریات کو اہل علم سند کا درجہ دیتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان دونوں کے افکار کا مزارعت زمین کے حوالے سے تفصیلی جائزہ لیں گے تا کہ ان کے نظریات وفکر میں جو اختلاف اور مطابقت پائی جاتی ہے اس کا تحقیقی مطالعہ کر کے اس اہم مسئلہ کے حل کی عملی راہیں تجویز کی جا سکیں تا کہ اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی افراط وتفریط سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ اسلامی نظام معیشت جو ہماری اصولی رہنمائی کرتا ہے اس سے استفادہ کیا جا سکے۔ اس حوالے سے چند نکات درج ذیل ہیں۔

مزارعت کی تعریف:

لفظ مزارعت باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا مادہ مجرد یا زراعۃ ہے جس کے معنے ہیں زمین کو بونا اور

☆ ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

☆☆ ڈائریکٹر، اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

کاشت کرنا، یا زرعٌ ہے جس کے تین معنے ہیں: الانبات بمعنے اگانا، دوسرا معنی ہے: طرح البذر فی الارض یعنی زمین میں بیج ڈالنا اور تخم ریزی کرنا، تیسرا معنی ہے: نبات کل شی، ہر شے کی اگی ہوئی فصل اور کھیتی، چنانچہ جب لفظ زَرْعٌ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے اگانا، کیونکہ کسی چیز کو اگانے کا فعل صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے جو چیز اگتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کے اگانے سے اگتی ہے دوسرا کوئی کسی پودے وغیرہ کو اُگا نہیں سکتا۔

(ا) جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

اَفَرَءَ یْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ (۲)

"بتلاؤ تم جو بوتے ہو کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اس کو اگاتے ہیں"۔

(یعنی اگانا تمہارا کام نہیں صرف اللہ کا کام ہے۔)

استفہام انکاری ہے لہٰذا مطلب یہ ہوا تم نہیں اگا سکتے صرف اللہ ہی اگانے والا ہے۔

اور جب زرع کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے، زمین میں بیج ڈالنا اور تخم ریزی کرنا، جیسا کہ اس حدیث نبوی ﷺ میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زرع فی ارض قوم بغیر اذنہم فلیس لہ من الزرع شی ولہ نفقة (۳)

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر اجازت کے کسی قوم کی زمین میں تخم ریزی کی پیدا شدہ کھیتی میں سے اس کے لئے کچھ بھی نہیں وہ صرف اپنا خرچہ وصول کر سکتا ہے جو اس نے بیج وغیرہ پر کیا"۔

اور جب زرع کی جمع زروع ہو تو اس کے معنی کھیتی یعنی کھیت میں اگی ہوئی مختلف چیزیں ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں ہے جو سورۃ الدخان میں ہے: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ. وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ (۴) "کتنے ہی انہوں نے اپنے پیچھے باغات، چشمے، کھیت اور شاندار مکانات چھوڑے"۔

سورہ الزمر کی اس آیت میں بھی زرع بمعنے اگی ہوئی کھیتی میں استعمال ہوا ہے: ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (۵) "پھر وہ اللہ نکالتا ہے اس پانی کے ذریعے مختلف رنگوں کی نباتات"۔

چونکہ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ کھیتوں میں جو نباتات اگتی ہیں ان کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور شکل

کے لحاظ سے بھی ان کے اندر تنوع ہوتا ہے لہٰذا عربی میں زرع بمعنے اگی ہوئی نبات کی جمع زروع آتی ہے۔ اور چونکہ زرع کی پہلے اور دوسرے معنے کے لحاظ سے مختلف اور متعدد قسمیں اور شکلیں نہیں ہوتیں لہٰذا ان کی جمع زروع نہیں ہوسکتی۔ تو زرع کے اوپر جو تین معنے بیان ہوئے ہیں ان کے مابین سبب اور مسبب کا تعلق ہے، وہ اس طرح کہ تخم ریزی سبب ہے کھیتی اگنے اگانے کا اور اگانا سبب ہے نباتات کے اگنے کا جو مسبب ہے۔ (۶)

لفظ مزارعت کے مترادف اور ہم معنے چند اور الفاظ بھی ہیں جن کا متفرق احادیث نبویہ میں ذکر ہے جیسے مخابرۃ، الخبر، محاقلہ مواکرۃ، القراح اور کراء الارض ببعض ما یخرج لیکن مخابرہ ان میں سے زیادہ معروف اور کثیر الاستعمال ہے بلکہ اہل حجاز خصوصاً اہل مدینہ لفظ مزارعت کی بجائے لفظ مخابرت بولتے اور استعمال کرتے تھے۔

علامہ طاسین نے مزارعت کے کچھ مترادف الفاظ ذکر کئے ہیں:

۱۔ مخابرہ ۲۔ محاقلہ ۳۔ کراء الارض

۱۔ مخابرہ:

عراق میں مخابرہ کی جگہ مزارعہ کا لفظ عام طور پر بولا جاتا اور رائج تھا۔ مخابرہ کی لغوی تشریح یہ ہے کہ یہ بھی باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا اصل مصدر یا خبرۃ بمعنے حصہ یا خبار بمعنے نرم زمین، یا خبیر بمعنے سبز کھیتی اور گھاس، یا خبر ہے بمعنے کاشت کے لئے بیلوں کو جوتنا اور ہل چلانا، غور سے دیکھا جائے تو یہ سب معنے اس معاملہ میں اشتراک و مشارکت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جو مالک زمین اور کاشتکار کے مابین پیداوار زمین کے حصوں پر طے پاتا ہے لہٰذا اسے مخابرۃ سے تعبیر کرنا بالکل صحیح ہے، بعض علماء لغت سے یہ بھی منقول ہے کہ مخابرہ کی اصل معاملہ خیبر ہے جو فتح خیبر کے بعد مسلمانوں نے وہاں کے کھیتوں اور باغوں کے متعلق یہود خیبر سے کیا تھا۔ (۷)

۲۔ محاقلہ:

محاقلہ کی لغوی تشریح یہ ہے کہ یہ بھی مزارعہ کی طرح باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا مادۂ مجرد میں حقل ہے جس کے معنے کھیت اور سرسبز کھیتی کے ہیں۔ بعض علماء نے اپنی کتابوں میں محاقلہ کے تین معنے لکھے ہیں: ایک یہی مزارعت یعنی زمین کو پیداوار کے ایک حصہ پر کاشت کے لئے لینا دینا، دوسرا معنی یہ کہ پکنے اور تیار ہونے سے

پہلے کھڑی کھیتی کو فروخت کر دینا اور تیسرا معنی یہ کہ وہ گیہوں جو بالیوں اور خوشوں میں ہوں ان کو صاف گیہوں کے عوض محض اندازے سے بیچنا و خریدنا، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محاقلہ بمعنے مزارعت ہے۔ (۸)

۳۔ کراء الارض :

بعض احادیث نبویہ میں مزارعت کے لئے کراء الارض کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں اس لئے کہ مالک زمین کاشتکار سے پیداوار کا جو حصہ لیتا ہے وہ اس مال کی طرح ہے جو مالک مکان، مکان میں رہائش کے عوض دوسرے سے لیتا ہے یعنی اس فائدہ کے بدلے جو وہ رہائش کی صورت میں مکان سے اٹھاتا ہے گویا مالک زمین کاشتکار سے جو لیتا ہے وہ اس فائدے کے عوض ہوتا ہے جو کاشتکار اس کی زمین سے اٹھاتا ہے، لیکن کراء الارض کی دو صورتیں ہیں: ایک زمین کو اس کی پیداوار کے ایک حصہ کے عوض کرائے پر دینا اور دوسری زمین کو نقد یعنی سونے چاندی اور درہم و دینار سکہ رائج الوقت کے عوض کرائے پر دینا، پہلی صورت کا نام مزارعت و مخابرت ہے اور کراء الارض کی دوسری صورت کا نام اجارہ ہے اور یہ دونوں اپنے فقہی احکام کے لحاظ سے الگ معاملے ہیں۔ (۹)

مزارعت کی فقہی تعریف:

فقہ حنفی کی کتابوں جیسے ھدایہ، بدائع الصنائع اور الاختیار وغیرہ میں مزارعت کی تعریف اس طرح ہے:

اَلْـمُـزَارَعَةُ: هِيَ عَقْدٌ عَلَى الزَّرْعِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ (۱۰) ''مزارعت کاشتکاری کا معاہدہ ہے پیداوار زمین کے ایک حصہ کے بدلے''۔

فقہ حنبلی کی کتابوں جیسے المغنی لابن قدامہ وغیرہ میں مزارعت کی تعریف ان الفاظ سے ہے:

المزارعة دفع الارض الی من یزرعها و عمل علیها والزرع بینهما (۱۱)

''مزارعت کا مطلب ہے زمین کاشتکار کو دینا کہ وہ اسے کاشت کرے اور جملہ کام انجام دے اور زمین کی پیداوار ان دونوں کے درمیان تقسیم ہوگی''۔

مزارعت کے عدم جواز پر مولانا طاسینؒ دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مزارعت کے عدم جواز کے دلائل:

مولانا طاسین مزارعت کے عدم جواز کے لئے آئمہ اربعہ کے دلائل کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''مزارعت کے متعلق آئمہ مجتہدین کا موقف کیا ہے جن کے علم و فضل، فہم و تفقہ اور تقویٰ

پر امت مسلمہ کی عظیم اکثریت کا اعتماد رہا اور ان کو فقہ میں مجتہد مطلق اور امام تسلیم کیا گیا ہے اور پھر جن کے اجتہادات کی بنیاد پر چار فقہی مذاہب وجود میں آئے جو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے ناموں سے مشہور و معروف ہیں اور جن کی طرف نسبت کو کروڑ ہا مسلمان اپنے لئے باعث فخر محسوس کرتے ہیں، ان آئمہ اربعہ سے میری مراد امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ہیں اور جو اپنی بے پناہ شہرت کی وجہ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں" (۱۲)۔

مزارعت کے جواز وعدم جواز سے متعلق آئمہ اربعہ کا جو موقف ہے اس کے علم کا اصل ذریعہ خود ان کی اپنی کتابیں اور ان کے تلامذہ کی کتابیں ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور مزارعت:

مزارعت کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا موقف معلوم کرنے کے لئے جب ہم قاضی ابو یوسفؒ کی کتاب، کتاب الخراج کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں دو جگہ ہمیں ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مزارعت کا معاملہ ایک فاسد اور قطعی ناجائز معاملہ تھا، پہلی عبارت یہ کہ:

" کان ابو حنیفة رحمه الله ممن یکره ذلك کله فی الارض البیضاء وفی النحل والشجر بالثلث والربع واقل واکثر" (۱۳)

" حضرت امام ابوحنیفہؒ ان لوگوں میں سے تھے جو مزارعت و مساقات کی ہر شکل کو برا اور ناجائز فرماتے تھے وہ خالی زمین میں ہو یا باغ و درختوں میں تہائی کے بدلے ہو یا چوتھائی کے یا اس سے کم کے یا زیادہ کے"۔

دوسری عبارت حسب ذیل ہے:

"وجه آخر المزارعة بالثلث والربع فقال ابو حنیفة فی هذا انه فاسد وعلی المستاجر اجر مثلها" (۱۴)

" دوسری شکل ہے مزارعت تہائی اور چوتھائی پر، سو امام ابوحنیفہ کا اس کے متعلق موقف یہ ہے کہ وہ فاسد معاملہ ہے اور مستاجر پر اجر مثل اجیر یعنی کاشتکار کے لئے لازم ہوتا ہے"۔

آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں دو آدمیوں نے آپس میں یہ معاملہ کر لیا ہے تو اسے فسخ کر دیا

جائے اور کاشتکار نے جو محنت کی ہو اس کا اسے رواج کے مطابق معاوضہ ادا کیا جائے یعنی مالک زمین اس کو اس کی محنت کی اجرت ادا کرے اور کاشتکار کا کوئی مالی خرچہ ہوا ہے تو وہ بھی اس کو ادا کرے۔

اسی طرح قاضی ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

"واذا اعطی الرجل الرجل ارضا مزارعة بالنصف او الثلث او الربع، او اعطی نخلا و شجرا معاملة بالنصف او اقل من ذلك او اکثر فان ابا حنیفة کان یقول هذا کله باطل لانه استاجره بشیئی مجهول و یقول ارایت لولم یخرج من ذلك شیئی الیس کان عمله ذلك بغیر اجر" (۱۵)

" اور جب ایک آدمی دوسرے آدمی کو زمین مزارعت پر دے نصف کے عوض یا تہائی یا چوتھائی کے عوض، یا ایک شخص باغ و درخت دوسرے کو مساقاۃ پر دے بعوض آدھے پھل یا آدھے سے کم یا آدھے سے زیادہ کے، تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے یہ سب معاملہ باطل ہے کیونکہ اس میں ایک شخص دوسرے کو اجیر بناتا ہے مجہول اجرت کے بدلے، اور یہ بھی فرماتے تھے کہ بتلایئے اگر کسی وجہ سے کھیت اور باغ میں کچھ بھی پیدا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس اجیر یعنی کسان و باغبان کا کیا کرایہ سب کام بغیر اجرت کے نہیں ہو کر رہ جائے گا؟ "

اس عبارت میں یہ جو الفاظ ہیں: "فان ابا حنیفة کان یقول هذا کله باطل" یہ اس پر نہایت واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ آخر دم تک مزارعت کو ایک باطل معاملہ فرماتے رہے۔

مزارعت کے عدم جواز سے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ دلائل ثابت اور واضح کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ معاملہ بنیادی طور پر ایک ممنوع اور ناجائز معاملہ تھا اور وہ اس کی کسی شکل کو جائز و درست نہ سمجھتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے دو نامور شاگرد قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد الشیبانیؒ اپنے استاذ کے برخلاف جواز مزارعت کے قائل تھے۔ (۱۶)

بہر حال چونکہ امام ابوحنیفہؒ کا موقف صحیح اور حق تھا لہٰذا وہ علمی و نظری طور پر قائم اور زندہ رہا ہر دور کے اندر کتابوں میں بھی لکھا گیا اور درس و تدریس میں بھی اس کا برابر ذکر رہا اور ہر دور میں علماء کی ایک بڑی جماعت اس کی حمایت و تائید بھی کرتی رہی اور پھر معاشیات کے موجودہ دور میں اسلام کے معاشی نظام کی اشتراکی معاشی

نظام پر بہتری و برتری اگر ہم نظری طور پر ثابت کر سکتے ہیں تو مزارعت کے متعلق قاضی ابو یوسف کے موقف کی بنا پر نہیں بلکہ امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے آئمہ کے موقف کی بنا پر کر سکتے ہیں جو مزارعت کے عدم جواز کے قائل تھے۔

امام مالکؒ اور مزارعت:

امام ابو حنیفہؒ کی طرح امام مالک مدنی بھی مزارعت کے عدم جواز کے قائل تھے اور اس کو ایک فاسد و باطل معاملہ بتاتے تھے اس کا سب سے یقینی ثبوت امام موصوف کی مشہور اور مستند کتاب الموطا کی اس عبارت سے فراہم ہوتا ہے:

"فاما الرجل الذی یعطی ارضه البیضاء بالثلث والربع مما یخرج منها فهذا مکروه" (۱۷)

"لیکن جو شخص اپنی سفید زمین دوسرے کو کاشت کے لئے دیتا ہے پیداوار زمین کی تہائی اور چوتھائی کے بدلے تو یہ معاملہ مکروہ ہے"۔

موطا امام مالک کے شارح علامہ محمد الزرقانی نے عبارت مذکورہ کے آخری جملے "فهذا مکروه" کی شرح میں لکھا ہے: "ای حرام" یعنی حرام ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی بدایة المجتهد میں مزارعت ومخابرت کے متعلق لکھتے ہیں:

"امام حجته علی منع کرائها مما تنبت فهو ماورد من نهیه صلی الله علیه وآله وسلم عن المخابرة قالوا هی کراء الارض بما یخرج منها، وهذا قول مالك وكل اصحابه" (۱۸)۔

"لیکن امام مالک کی دلیل اس پر کہ پیداوار زمین کا یک حصہ کے بدلے کراء الارض ممنوع ہے وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے، علماء نے کہا ہے کہ مخابرہ نام ہے پیداوار زمین کے ایک حصہ پر زمین کو کرائے پر یعنی مزارعت پر دینے کا، یہی قول ہے امام مالک اور ان کے تمام ساتھیوں کا"۔

آخری جملے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مخابرت مزارعت کے ممنوع و ناجائز ہونے پر امام مالک ان کے تلامذہ اور دیگر تمام مالکی علماء وفقہاء کا اتفاق واتحاد تھا، احناف کی طرح ان کے مابین اختلاف نہ تھا۔

بعض علماء جیسے امام سحنون جن کا نام عبدالسلام بن سعید ہے اور مدونہ الکبری کے مولف و مدون اور

چوٹی کے فقہاء و علماء میں سے تھے مزارعت کے شدید طور پر مخالف تھے اور ان کا یہ فتویٰ تھا کہ مزارعت کے ذریعے حاصل ہونے والے غلہ وغیرہ کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت کرنا حرام ہے۔

مزارعت اور امام شافعیؒ:

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مزارعت کا معاملہ ایک باطل اور ناجائز معاملہ تھا البتہ باغ کی مساقات کو وہ جائز کہتے تھے، اس کا اظہار ان کی کتاب جس کا نام **کتاب الام** ہے کی درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"واذا دفع الرجل الی الرجل ارضاً بیضاء علی ان یزرعھا المدفوعة الیه فما اخرج الله منھا من شیئی فله منه جزء من الاجزاء فھذه المحاقلة والمخابرة والمزارعة التی نھی عنھا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم"(۱۹)

"اور جب کوئی آدمی دوسرے کو اپنی سفید و خالی زمین کاشت کے لئے دے اور یہ طے کرے کہ اللہ اس زمین سے جو کچھ پیدا کرے گا اس میں سے ایک حصہ اس کے لئے ہو گا، پس یہی وہ محاقلہ، مخابرہ اور مزارعہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے روکا اور منع فرمایا ہے"۔

اس عبارت سے متصل عبارت میں فرمایا ہے:

"فاحللنا المعاملة فی النخل خبرا عن رسول الله ﷺ وحرمنا المعاملة فی الارض البیضاء خبرا عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم"

"پس ہم نے باغ کے متعلق معاملے یعنی مساقات کو حلال ٹھہرایا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے اور خالی سفید زمین کے متعلق معاملے یعنی مزارعت کو حرام کہا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے جو نہی مخابرت کے متعلق ہے"۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعی مساقات کو حلال اور مزارعت کو حرام سمجھتے اور کہتے تھے، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے درمیان جو اختلاف ہے وہ مساقات کے بارے میں ہے مزارعت کے بارے میں نہیں، مساقات کو امام ابوحنیفہؒ مزارعت کی طرح ممنوع و ناجائز معاملہ کہتے تھے جبکہ امام شافعی اس کے جواز کے قائل تھے۔

شیخ الاسلام زکریا انصاری کی کتاب **متن التحریر** میں لکھا ہے:

"والمزارعة ان یعقد علی الارض لمن یزرعها بجزء معلوم مما یخرج منها والبذر من المالك فان كان من العامل فهی المخابرة وهی باطلة كذا المزارعة الا فی البیاض بین النحل او العنب ان عسر سقیها الا بسقیه "[۲۰]

''مزارعت زمین کاشت کرنے کرانے کے اس معاملہ کا نام ہے جو پیداوار زمین کے ایک متعین حصہ پر طے پاتا ہے جبکہ تخم مالک کی طرف سے ہو، اور اگر تخم عامل کی طرف سے ہو تو مخابرہ ہے، مخابرہ بھی باطل ہے اور مزارعہ بھی باطل سوائے اس زمین کے جو باغ کے اندر ہو کھجوروں کے یا انگوروں کے، اگر باغ کو سیراب کرنا مشکل ہو بغیر اس زمین کو سیراب کرنے کے، یعنی باغ کو پانی دینے سے اس کو خود بخود پانی مل جاتا ہو''۔

فقہ شافعی کی مختصر اور مطول سب کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ مزارعت و مخابرت کا معاملہ الگ اور مستقل حرام اور باطل ہے سوائے اس صورت کے کہ معاملہ تو باغ کا ہو جس کا نام مساقات ہے اور اس کے ضمن میں تبعاً کچھ مزارعت بھی آ جائے اگر چہ بعض شافعی فقہاء کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ شوافع میں کچھ علماء جو فقیہ کم اور محدث زیادہ تھے جیسے ابن خزیمہؒ، ابن المنذرؒ اور خطابیؒ وغیرہ تو وہ جواز مزارعت کی طرف مائل ہوئے لیکن فقہاء عام طور پر عدم جواز کے قائل رہے جو امام شافعیؒ کا مسلک تھا۔

مزارعت اور امام احمد بن حنبلؒ:

آئمہ اربعہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق فقہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مزارعت کی صرف ایک شکل جائز تھی جس میں تخم بھی مالک کی طرف سے ہو اور اگر تخم بھی کاشتکار کی جانب سے ہو تو مزارعت کی اس شکل کو وہ بھی ناجائز فرماتے تھے، مثلاً مختصر الحرقی میں ہے: "تجوز المزارعة ببعض ما یخرج من الارض اذا كان البذر من رب الارض" "پیداوار زمین کے ایک حصہ کے عوض مزارعت جائز ہے جب بیج زمین والے کی طرف سے ہو"۔

اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے علامہ موفق الدین ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

"ظاهر المذهب ان المزارعة انما تصح اذا كان البذر من رب الارض والعمل من العامل، نص علیه احمد فی روایة و اختاره عامة الاصحاب"[۲۱]

"ظاہر مذہب یہ ہے کہ مزارعت صرف اس صورت میں صحیح ہوتی ہے جب بیج مالک زمین کی طرف سے اور کام مزارع کی طرف سے ہو ورنہ نہیں۔ امام احمد کی یہی تصریح ہے ایک جماعت کی روایت کے مطابق اور اسی کو عام علماء حنابلہ نے اختیار کیا ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کام کے ساتھ ساتھ بیج بھی کاشتکار کی طرف سے ہو تو یہ معاملہ فاسد اور ناجائز ہو جاتا ہے۔

بہرحال اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ آئمہ مجتہدین میں سے تین، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مزارعت کے متعلق قطعی فیصلہ اور طے شدہ موقف تھا کہ یہ معاملہ فاسد، باطل، مکروہ اور حرام معاملہ ہے جس سے مسلمانوں کو ضرور بچنا چاہئے چنانچہ جہاں تک مالکیوں اور شافعیوں کا تعلق ہے وہ اپنے اماموں کی تقلید میں مزارعت کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس معاملے سے عملاً بچتے رہے، معلوم ہوا ہے بعض افریقی ممالک میں جہاں مالکیوں کی عظیم اکثریت ہے وہاں مزارعت کا نام ونشان نہیں، اسی طرح جن ممالک میں شوافع کی بڑی اکثریت ہے وہاں بھی مزارعت کا کوئی رواج نہیں لیکن مقام افسوس ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے دعویٰ اور حنفی کہلوانے کے باوجود، حنفیوں نے مزارعت کے معاملہ میں اپنے امام کے موقف ومسلک کو بری طرح نظرانداز کیا اور باوجود کمزور دلائل کے صاحبین یعنی قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد الشیبانیؒ کے موقف ومسلک کو اختیار کیا اور اس پر عمل پیرا رہے اور ہیں، اگر کتاب وسنت کے اصولی اور جزوی دلائل کے لحاظ سے صاحبین کا موقف مضبوط اور قوی ہوتا تو ترجیح کی ایک وجہ ہوسکتی تھی لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

مولانا طاسینؒ فرماتے ہیں کہ میں بلاخوف وتردید پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج بھی اگر کسی عدالت عالیہ کے ججوں کی ایک جماعت کے سامنے اس مسئلہ سے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا موقف اور اس کے دلائل، اسی طرح صاحبین کا موقف اور ان کے دلائل پیش کیے جائیں تو وہ دلائل کے لحاظ سے اس امام اعظم کے موقف کو صحیح اور قوی بتلائیں گے اور اس کو اسلام کے منشا اور تصور عدل کے عین مطابق ہونے کا فیصلہ دیں گے، یہ دوسری بات ہے کہ مٹھی بھر مفاد پرست زمینداروں کے لئے وہ قابل عمل نہ ہو۔

مولانا مودودیؒ کا نظریہ مزارعت:

مولانا مودودیؒ مزارعت کے بارے میں اپنے دلائل میں احادیث نبویہ ﷺ سے استدلال کرتے ہیں اور وہ احادیث جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی زمین کی شخصی ملکیت کو صرف خود کاشتی کی حد تک

محدود کر دینا چاہتی ہے اور اسی غرض کے لئے اس نے بٹائی اور نقد لگان کی ممانعت کی ہے۔ اس مسئلے کی پوری تحقیق کے لئے پہلے ہم ان احادیث کو بتمام وکمال نقل کریں گے جن پر اس گمان کی بنا پر قائم ہے، پھر ان پر تنقید کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس معاملہ میں اصل احکام شریعت کیا ہیں۔

احادیث کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن روایات میں مزارعت یا کرایہ زمین کی ممانعت وارد ہوئی ہے، یا جن میں یہ حکم آیا ہے کہ آدمی کے پاس خود کاشت سے زائد جتنی زمین ہو اسے دوسروں کو مفت دے دے یا روک رکھے، وہ چھ صحابیوں سے مروی ہیں:

رافعؓ بن خدیج، جابرؓ بن عبداللہ، ابو ہریرہؓ، ابوسعیدؓ خدری، زیدؓ بن ثابت اور ثابتؓ بن ضحاک۔

سہولتِ بیان کی خاطر ہم ان میں سے ہر ایک کی روایت کو الگ الگ نقل کرتے ہیں:

رافعؓ بن خدیج کی روایات:

رافعؓ بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زراعت کے لئے زمینیں لیتے تھے اور تہائی، چوتھائی اور ایک خاص مقدار غلہ کرایہ کے طور پر مقرر کرتے تھے۔ ایک دن میرے چچاؤں میں سے ایک آئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے روک دیا ہے جو ہمارے لئے نافع تھا، مگر ہمارے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری زیادہ نافع ہے۔

"نهانا ان نحاقل بالارض فتكربها على الثلث والربع والطعام المسمّٰى وامر رب الارض ان يزرعها او يُزرعها و كره كرائها وما سوٰى ذالك" (۲۲)

"آپ ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کر دیا کہ ہم زمینوں میں مزارعت کا معاملہ کریں اور تہائی اور چوتھائی اور مقرر مقدار غلہ کے عوض انہیں کرایہ پر دیں اور آپ نے حکم دیا ہے کہ مالک زمین یا تو خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کرنے کے لئے دے دے اور آپ نے زمین کے کرایہ اور اس کے سوا دوسری صورتوں کو ناپسند فرمایا ہے"۔

ایک اور روایت میں حضرت رافعؓ خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی کھیتی کو پانی دے رہے تھے۔ وہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس کی کھیتی ہے اور کس کی زمین ہے؟ انہوں نے عرض کیا: "زرعي ببذري و عملي، لي الشطر ولبني فلان الشطر" (۲۳) "میری کھیتی ہے۔ اس میں تخم اور عمل میرا ہے۔ آدھی پیداوار میری ہوگی اور آدھی بنی فلاں کی"۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اربيتما، فرد

الارض علیٰ اھلھا و خذ نفقتک (۲۴) "تم نے سودی معاملہ کیا۔ زمین اس کے مالکوں کو واپس کر دو اور اپنا خرچ ان سے وصول کر لو"۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک اور جگہ فرمایا کہ:

"من کانت له ارض فلیزرعھا او ر لیزرعھا اخاہ ولا یکاریھا بثُلث ولا بربع ولا بطعام مسمّی" (۲۵)

"جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیئے کہ یا خود زراعت کرے یا اپنے کسی بھائی کو زراعت کے لئے دے دے، مگر کرائے پہ نہ دے، نہ تہائی پیداوار پر، نہ چوتھائی پر، اور نہ ایک مقرر مقدار غلہ پر"۔

جابر بن عبداللہؓ کی روایات:

"نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن کراء الارض" (۲۶) "رسول اللہ ﷺ نے زمین کے کرائے سے منع فرمادیا" ۔ نھی عن المخابرة" (۲۷) "آنحضرت ﷺ نے مخابرہ (بٹائی پر کاشت کرانے) سے منع فرمادیا"۔

"سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول من لم یذر المخابرة فلیؤذن بحرب من اللّٰہ ورسوله" (۲۸)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مخابرہ نہ چھوڑے اسے اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من کانت لهٗ ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ فان ابی فلیمسك ارضه" (۲۹)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ یا تو خود کاشت کرے، یا اپنے بھائی کو بلا معاوضہ دے دے، لیکن اگر وہ نہ دینا چاہے تو اپنی زمین کو روک رکھے"۔

حضرت ابوسعیدؓ بن خدری سے:

"نھی عن المزابنة والمحاقلة۔ والمزابنة اشتراء الثمر فی روس النخل۔ والمحاقلة کراء

الارض"(۳۰)

"حضورﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ سے مراد درختوں پر کھجور کے ثمرہ کی خریداری ہے۔ اور محاقلہ سے مراد زمین کا کرایہ ہے"۔

ثابتؓ بن ضحاک سے:

"نھی عن المزارعۃ" "حضور ﷺ نے مزارعت سے منع فرمادیا"۔

زیدؓ بن ثابت سے:

"نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن المخابرۃ۔ قلت وما المخابرۃ؟ ال ان تاخذ الارض بنصف او ثلث او ربع "(۳۲)

"رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ سے منع فرمایا۔ ثابتؓ بن حجاج نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے پوچھا کہ مخابرہ کے کیا معنی ہیں؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم آدھی یا تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین لو"۔

یہ وہ احادیث ہیں جن میں مزارعت کے ناجائز ہونے کا بیان ہے۔

وضاحت:

مزارعت کے جواز کی وضاحت مولانا مودودیؒ نے اس طرح بیان کی ہے کہ یہ روایتیں جھوٹی یا ضعیف ہیں بلکہ ان احادیث میں ادھوری بات بیان ہوئی ہے جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ خود رافعؓ بن خدیج اور جابرؓ بن عبداللہ وغیرہ حضرات کی دوسری روایتیں جب ہمارے سامنے آتی ہیں، اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کی توضیحات کو دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ دراصل نبی ﷺ نے فرمایا کچھ اور تھا اور وہ روایات میں بیان کسی اور طرح ہوگیا۔

رافعؓ بن خدیج کی توضیحات:

امیر معاویہؓ کے ابتدائی دورِ حکومت تک تمام بلادِ اسلامیہ میں بالعموم سب ہی بٹائی اور لگان کا معاملہ کرتے تھے اور کسی کو یہ گمان تک نہ تھا کہ اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت ہے۔ اس لئے جب 50 ہجری کے لگ بھگ زمانہ میں یکا یک یہ خبر مشہور ہوئی کہ بعض صحابی اس چیز کی ممانعت کا حکم نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں تو

ہر طرف ایک کھلبلی سی مچ گئی اور لوگ مجبور ہوئے کہ صحابہ کرام کے پاس جا کر تحقیق کریں کہ نبی ﷺ نے فی الحقیقت کیا حکم دیا ہے، کن حالات میں دیا ہے، اور کس چیز کے متعلق دیا ہے؟ اس سلسلہ میں خود ان صحابیوں سے بھی پوچھ گچھ کی گئی جن سے مزارعت اور کرایہ زمین کی ممانعت کے احکام مروی ہوئے تھے، اور دوسرے صحابہ سے بھی پوچھا گیا۔ اس طرح جو بات کھلی وہ ہم ذیل میں خود انہی بزرگوں کی زبان سے نقل کرتے ہیں۔

خنظلہ بن قیس کہتے ہیں، میں نے رافعؓ بن خدیج سے پوچھا سونے اور چاندی کی شکل میں زمین کا کرایہ طے کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مزید تشریح کے طور پر فرمایا:

"انما كان الناس يواجرون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ الماذيانات واقبال الجداول و اشياء من الزرع فيهلك هذا و يسلم هذا و يسلم هذا و يهلك هذا، فلم يكن للناس كراء الا هذا فلذالك زجر عنه، واما شئ معلوم مضمون فلا باس به" (۳۳)

"اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ اپنی زمینیں اجرت پر دیتے ہوئے یہ طے کیا کرتے تھے کہ پانی کی نالیوں کے سرے پر اور ان کے کناروں پر اور کھیت کے بعض مخصوص حصوں میں جو پیداوار ہوگی وہ مالک زمین لے گا۔ اب کبھی ایسا ہوتا کہ ایک جگہ کی کھیتی برباد ہوتی اور دوسری جگہ کی بچ جاتی اور کبھی اس جگہ کی بچ جاتی اور اس جگہ کی برباد ہو جاتی۔ اس زمانہ میں زمینیں کرائے پر دینے کا کوئی دوسرا دستور اس کے سوا نہ تھا۔ اسے نبی ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ رہا ایک واضح اور متعین حصہ، تو اس پر معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں"۔

خنظلہ بن قیس کی دوسری روایت میں رافعؓ بن خدیج کے الفاظ یہ ہیں:

كنا نكرى الارض بالناحية منها مسمّى لسيد الارض قال فمهما يصاب ذالك وتسلم الارض ومهما يصاب الارض ويسلم ذالك، فنهينا۔ واما الذهب والورق فلم يكن يومئذٍ" (۳۴)

"ہم لوگ زمینیں اس طرح کرایہ پر دیتے تھے کہ مالک زمین کھیت کے ایک خاص حصہ کی پیداوار کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا تھا۔ اب کبھی ایسا ہوتا کہ اسی حصہ پر آفت آ جاتی اور باقی

زمین بچ جاتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ وہی حصہ بچ جاتا اور ساری زمین پر آفت آ جاتی۔ اسی لئے ہمیں ایسا معاملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ رہا سونا چاندی تو اس پر معاملہ کرنے کا اس زمانہ میں دستور ہی نہ تھا"۔

خنظلہ بن قیس کی تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت رافعؓ نے فرمایا:

حدثنی عمای انهم کانوا یکرون الارض علی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بما ینبت علی الاربعاء اوشئ یستثنیهِ صاحب الارض فنهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن ذالك۔ فقلت لرافع فکیف هی بالدینار والدرهم فقال رافع لیس بها باس بالدینار والدرهم(۳۵)۔

" میرے دو چچاؤں نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں لوگ اپنی زمینوں کو اس پیداوار کے عوض کرایہ پر دیتے تھے جو پانی کی نالیوں پر پیدا ہو یا زمین کے کسی ایسے حصے میں پیدا ہو جسے مالک زمین مستثنیٰ کر لیتا تھا۔ اس طریقے کو نبی ﷺ نے منع فرمایا۔ اس پر مَیں نے رافع سے پوچھا کہ دینار اور درہم کے عوض معاملہ کرنا کیسا ہے؟ رافعؓ نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں"۔

خود رافع بن خدیجؓ کے چچازاد بھائی اُسید بن ظہیر روایت کرتے ہیں:

" کان احدنا اذا استغنی عن ارضه او افتقر الیها اعطاها بالثلث والربع والنصف واشترط ثلث جد اول والقصارة وما یسقی الربیع وکان العیش اذ ذاك شدیدًا وکان یعمل فیها بالحدید وبما شاء اللّٰه ویصیب منها منفعة فاتانا رافع بن خدیج فقال ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نها کم عن امر کان لکم بافعًا وطاعة اللّٰه وطاعة رسوله انفع لکم ان رسول اللّٰه ینهاکم عن الحقل ویقول من استغنی عن ارضه فلیمنحها اخاه او لیدع "(۳۶)۔

" ہم میں سے کوئی شخص جب اپنی زمین سے بے نیاز ہوتا، یا اسے کرائے پر دینے کا حاجت مند ہوتا تو اسے تہائی یا چوتھائی یا نصف پیداوار کی بٹائی پر دوسرے کو دے دیتا تھا اور ساتھ ہی شرط کر لیتا تھا کہ تین نالیاں اور گانٹھیں (یا گھنڈیاں) اور بڑی نالی کے

کنارے کی پیداوار اس کی ہے۔ اس زمانہ میں زندگی بڑی سخت تھی۔ آدمی دن بھر ہل چلاتا یا دوسرا کام کرتا تب تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتا تھا۔ ایک دن رافع بن خدیج ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو ایسے کام سے روک دیا ہے جو تمہارے لئے نافع تھا۔ مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت تمہارے لئے زیادہ نافع ہے۔ رسول اللہ ﷺ تمہیں زمینیں کرایہ پر دینے سے منع فرماتے ہیں، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اپنی زمین سے مستغنی ہو وہ یا تو اپنے بھائی کو مفت دے دے یا یوں ہی رہنے دے"۔

جابرؓ بن عبداللہ کی توضیح:

رافع بن خدیجؓ کی طرح حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے بھی جب معاملہ کی تفصیلات دریافت کی گئیں تو اصل معاملہ جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا یہ تھا:

"کنا نخابر علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فنصیب من القُصری ومن کذا ومن کذا، فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من کان له ارض فلیزرعها او لیحرثها اخاه والا فلیدعها" (۳۷)

"ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بٹائی پر زمینیں کاشت کے لئے دیتے تھے اور کچھ گانٹھوں (یا گنڈھیوں) میں سے اور کچھ اس چیز میں سے اور کچھ اس چیز میں سے بھی وصول کرتے تھے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو اسے چاہئے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو کاشت کرا دے ورنہ اپنی زمین پڑی رہنے دے"۔

زیدؓ بن ثابت کی توضیح:

حضرت زیدؓ بن ثابت سے جب عروہ بن زبیر نے معاملہ کی تحقیق کی تو انہوں نے فرمایا:

"یغفر اللّٰه لرافع بن خدیج انا واللّٰه اعلم بالحدیث منه، انما اتی رجلان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقد اقتتلا، فقال ان کان هذا شانکم فلا تکروا المزارع، فسمع رافع بن خدیج قوله فلا تکروا المزارع" (۳۸)۔

"خدا معاف کرے رافع بن خدیج کو، مَیں اس بات کو ان سے زیادہ جانتا ہوں اصل بات

یہ تھی کہ دو آدمی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے جن کے درمیان سخت جھگڑا ہوا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگوں کا یہ حال ہے تو اپنی زمینیں کرایہ پر نہ دیا کرو۔ رافع نے حضور ﷺ کی بس اتنی بات سن لی کہ "اپنی زمینیں کرایہ پر نہ دیا کرو"۔

ابن عباسؓ کی توضیحات:

تابعین میں جو فقہا سب سے زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ایک حضرت طاؤس ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو معلومات حاصل کی ہیں وہ ابن ماجہ میں اس طرح بیان کی گئی ہیں:

"لـمـا سمع اکثار الناس فی کراء الارض قال سبحان اللّٰہ، انما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عـلیہ و سلم الا منحھا احدکم اخاہ (ای قالہ تحریضاً للناس علی الاحسان) ولم ینہ عن کرائھا"(۳۹).

"ابن عباس نے جب کرایۂ زمین کے بارے میں سنا کہ لوگوں میں بہت چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی زمین اپنے بھائی کو مفت کیوں نہیں دے دیتا (یعنی آپ لوگوں کو احسان کی ترغیب دینا چاہتے تھے) آپ نے کرایہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا تھا"۔

مفصل روایت میں یہ ہے کہ طاؤس اپنی زمینیں بٹائی پر دیا کرتے تھے۔ اس پر مجاہد نے ان سے کہا کہ چلو رافع بن خدیجؓ کے بیٹے کے پاس چلیں، وہ اپنے والد سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ مگر طاؤس نے انہیں ڈانٹ دیا اور کہا خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے تو میں اسے ہرگز نہ کرتا۔ لیکن جو شخص رافع بن خدیجؓ سے زیادہ علم رکھتا ہے، یعنی ابن عباسؓ، اس نے مجھ سے کہا کہ:

"ان رسـول اللّٰہ صـلی اللّٰہ علیہ و سلم قال لان یمنح الرجل اخاہ ارضہ خیر لہ من ان یاخذ علیھا خرجا معلومًا "(۴۰)

"رسول اللہ ﷺ نے دراصل یہ فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو یوں ہی زمین دے دے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اس پر ایک مقرر لگان لے"۔

دوسری روایت میں ابن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں:

" ان الـنبـی صلی اللّٰہ علیہ و سلم لم ینہ عنھا، انما قال یمنح احدکم اخاہ خیر

لہٗ من ان یاخذ علیھا خرجا معلوماً"(۴۱)

"نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو یوں ہی زمین دے دے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس پر ایک مقرر لگان وصول کرے"۔

مزارعت کے جواز میں دلائل:

ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ محض ایک مفتی اور معلم ہی نہ تھے بلکہ ملک کے حاکم بھی تھے اور عملاً پورا نظم و نسق آپ کے ہاتھ میں تھا۔

ہر شخص یہ بھی جانتا تھا کہ زمین کا معاملہ دو چار یا دس پانچ افراد کی نجی اور شخصی زندگی کا کوئی اتفاقی و ہنگامی معاملہ نہیں ہے کہ اس کا حکم بس چند آدمیوں کے کان میں چپکے سے کہ دیا جاتا۔ یہ تو ایک پوری سلطنت کے نظم و نسق سے تعلق رکھنے والی چیز ہے جس سے لاکھوں آدمیوں کی معیشت مستقل طور پر متاثر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں جو پالیسی بھی آنحضرت ﷺ نے اختیار کی تھی وہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے خلفا کے زمانے میں ایک نہایت مشہور و معروف بات ہونی چاہئے تھی۔

پھر کوئی ایسا شخص جو نبی ﷺ کی سیرت و شخصیت اور آپ کے خلفائے راشدین کی زندگی اور آپ کے صحابۂ کرام کے حالات سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ نبی ﷺ معاذ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جو زبان سے ایک چیز کو غلط کہیں اور اسے رائج رہنے دیں اور زبان سے ایک دوسرے طریقہ کو برحق کہیں اور عملاً اسے جاری نہ کریں یا یہ کہ حضور ایک طریقہ کو روکنا اور دوسرے طریقے کو رائج کرنا چاہتے ہوں اور صحابۂ کرام مان کر نہ دیں۔ یا یہ کہ خلفائے راشدین کو یہ معلوم ہو چکا ہو کہ حضور ﷺ کسی رواج کا انسداد کر کے ایک دوسرا اصلاحی طریقہ جاری کرنا چاہتے تھے اور پھر وہ اپنے تمام زمانۂ خلافت میں آپ کے منشا کو عملی جامہ پہنانے سے باز رہ جائیں۔

یہ تین حقیقتیں ایسی ظاہر و باہر ہیں جن سے کسی صاحب عقل و فکر اور صاحب علم و نظر آدمی کے لئے مجالِ انکار نہیں ہے۔ اب اگر آپ یہ سنیں کہ نبی ﷺ کے زمانے سے لے کر حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے وسط تک، یعنی تقریباً ۵۰ سال تک مذکورہ بالا پانچ چھ اصحاب کے سوا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے بٹائی اور لگان پر زمین کاشت کے لئے دینے کو منع فرمایا ہے، اور یہ کہ نبی ﷺ خود اور تمام اکابر صحابہؓ اور آپ

ﷺ سے قریب ترین تعلق رکھنے والے تمام بڑے بڑے گھرانے بٹائی پر زمینیں دیتے رہے۔ (۴۲)

نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمینیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں برابر کرائے پر دیتے رہے۔ امیر معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔ یہاں تک کہ جب امیر معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔ یہاں تک کہ جب امیر معاویہؓ کی خلافت کا آخری زمانہ آیا (یعنی تقریباً 50ھ یا اس کے بعد کا زمانہ) تو انہیں یہ خبر پہنچی کہ رافعؓ بن خدیج نبی ﷺ سے اس فعل کی ممانعت کا حکم روایت کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ رافعؓ بن خدیج سے ملنے گئے اور میں اُن کے ساتھ تھا۔ انہوں نے رافع سے پوچھا کہ یہ کیا روایت ہے؟ جو تم بیان کرتے ہو۔ رافع نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ زمینوں کے کرائے سے منع فرماتے تھے۔ اس پر ابن عمرؓ نے زمینیں کرائے پر دینا بند کر دیں، اور جب کبھی ان سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ جواب دیتے کہ رافع بن خدیجؓ کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

اسی سے ملتی جلتی روایت خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے حضرت سالمؒ روایت کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کے سوال پر حضرت رافعؓ نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے دو چچاؤں کو، جو بدری صحابی تھے، گھر والوں سے کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین کے کرائے سے منع کیا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا:

"لقد کنت اعلم فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض تکری"(۴۳).

"مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زمینیں کرائے پر دی جاتی تھیں"۔

مگر حضرت عبداللہؓ نے اس ڈر سے کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہو اور مجھے نہ معلوم ہوا ہو، اپنی زمینیں کرائے پر دینا بند کر دیں۔

دیکھئے عبداللہ بن عمرؓ وہ شخص ہیں جن کی حقیقی بہن رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ جن کے والد، حضرت عمرؓ، نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے معتمد ترین وزیر رہے اور پھر خود دس سال تک اسلامی حکومت کے خلیفہ رہے۔

اگر ان کے دل میں مزارعت کے جواز کے متعلق ذرہ برابر بھی کوئی شک ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ان کی

زبان سے یہ شکایت آمیز فقرہ نکلتا (جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے) کہ: "لقد منعنا رافع نفع ارضنا" (۴۴) "رافعؓ نے ہمیں ہماری زمین کے نفع سے محروم کر دیا"۔

کیا کوئی شخص یہ توقع کر سکتا ہے کہ ابن عمرؓ کو اگر کسی درجہ میں بھی یہ گمان ہوتا کہ یہ واقعی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے تو ان کی زبان اس پر حرفِ شکایت سے آلودہ ہو سکتی تھی۔

ابن عمرؓ ہی کی روایت ہے، اور عبداللہ بن عباسؓ اور انسؓ بن مالک کی روایات اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا۔ اس کا کچھ حصہ صلحاً فتح ہوا اور کچھ بزورِ شمشیر مغلوب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے آدھے علاقے کو حکومت کی ضروریات کے لئے مخصوص فرما دیا اور آدھے علاقے کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کر کے ان پندرہ سو مجاہدین پر بانٹ دیا جو غزوۂ خیبر میں شریک تھے۔ (یعنی بارہ سو پیادوں کا اکہرا حصہ اور تین سو سواروں کا دوہرا حصہ) پھر آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ یہودی باشندوں کو علاقہ مفتوحہ سے نکال دیں۔ مگر یہودیوں نے آکر عرض کیا کہ آپؐ ہمیں یہاں رہنے دیں، ہم آپؐ کی طرف سے یہاں کاشت کریں گے، آدھی پیداوار آپؐ لے لیجئے گا اور آدھی ہم لے لیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر کہ آپ کے پاس کام کرنے والے آدمیوں کی کمی ہے، ان کی بات مان لی، اور ان سے فرمایا کہ ہم جب تک چاہیں گے تمہیں رکھیں گے اور جب چاہیں گے تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔ چنانچہ ان شرائط پر آپ نے ان سے معاملہ طے کر لیا۔ وہ کاشت کاروں کی حیثیت سے خیبر میں کام کرتے تھے۔ آدھی زمین کی مالک حکومت تھی اور بقیہ نصف کے مالک وہ پندرہ سو حصہ دار تھے جن پر اٹھارہ سو قطعات تقسیم کئے گئے تھے۔ بٹائی کے معاہدے کی رو سے جو نصف پیداوار وہاں سے آتی تھی اسے حکومت اور حصہ داروں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا، نبی ﷺ کا اپنا حصہ بھی عام حصہ داروں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ آپ اس میں سے ہر سال ایک خاص مقدار میں غلہ اور کھجوریں اپنی ازواج مطہرات کو برابر برابر دیا کرتے تھے۔ (۴۵)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ مزارعت کا نہیں تھا کیوں کہ اس میں مدت کا تعین نہ ہوا تھا، ان کی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے جو معاملہ ان سے طے کیا تھا اس میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ:

نقرکم بها على ذالك ما شئنا (۴۶)

"ہم اس قرارداد پر جب تک چاہیں گے تمہیں یہاں رکھیں گے"۔

اس میں مدت کا تعین بلحاظ وقت نہیں بلکہ بلحاظ مشیتِ مالک کیا گیا تھا اور یہ ان مخصوص حالات کی وجہ سے

تھا جن میں اُس وقت یہودیوں سے معاملہ ہوا تھا۔ اتنی سی بات کی وجہ سے یہ فیصلہ کر دینا درست نہیں ہے کہ خیبر کا معاملہ سرے سے مزارعت کا معاملہ نظر آتا ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک مزارعت میں مدت کا تعین ضروری نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار نے آکر عرض کیا: اقسم بیننا وبین اخواننا النخل(۴۷) "آپ ہمارے نخلستانوں کو ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان بانٹ دیں"۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انصار نے مہاجرین سے کہا: تکفرنا العمل و نشرککم فی الثمرة (۴۸) "آپ لوگ ہماری طرف سے ان نخلستانوں میں کام کریں، اور ہم آپ کو ثمرہ میں شریک کریں گے"۔ اس پر مہاجرین نے کہا: سمعنا و اطعنا (۴۹) "یہ بات بخوشی منظور ہے"۔

قیس بن مسلم حضرت ابو جعفر (یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ مدینے میں مہاجرین کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پیداوار کے عوض کاشت نہ کرتا ہو۔ امام بخاری اس روایت کو نقل کرنے کے بعد پھر اس کی تائید میں مزید نظائر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بٹائی پر معاملہ حضرت علیؓ نے کیا ہے، سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ نے کیا ہے، آل ابو بکرؓ، آل علیؓ، آل عمرؓ، سب بٹائی پر کاشت کراتے رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ لوگوں سے اس طرح معاملہ کیا کرتے تھے کہ اگر "عمرؓ اپنے پاس سے بیج دے گا تو آدھی پیداوار لے گا اور اگر کاشت کار اپنا بیج لائیں تو ان کا حصہ اتنا ہو گا"۔ (۵۰)

"حدثنا ابو بکر عن علی انه لم یربأسا بالمزارعة علی النصف"(۵۱) "ابو بکر ابن شیبہ نے کہا انہوں نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ نصف پیداوار پر مزارعت پر کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے تھے"۔

طاؤس کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی زمین نبی ﷺ کے زمانے میں اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر زراعت کے لئے دیتے رہے۔ اس حدیث میں غلطی صرف اتنی ہے کہ طاؤس نے حضرت عثمانؓ کے عہد کا بھی ذکر کر دیا ہے، حالانکہ حضرت معاذؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہو چکا تھا۔ لیکن محض اس غلطی کی بنا طاؤس جیسے شخص کی پوری روایت کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔ خصوصاً جب کہ اس روایت کے سند میں سب ثقہ لوگ ہیں۔ اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کا قاضی اور عامل زکوۃ مقرر فرمایا تھا، جن کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد تھا کہ اعلمهم بالحلال و الحرام وہ صحابہ میں سب سے زیادہ حلال

وحرام کی واقفیت رکھتے ہیں۔

اور جنہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے بعد پورے شام کا فوجی گورنر مقرر کیا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ ایسے شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ زمین کے بارے میں اسلام کا قانون کیا ہے؟

موسیٰ بن طلحہؓ کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ، عمارؓ بن یاسر، خبابؓ بن ارت، اور سعدؓ بن مالک کو زمینیں عطا کی تھیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سعدؓ بن مالک اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر کاشت کے لئے دیتے تھے۔(۵۲)

فقہا کے مذاہب:

مولانا مودودیؒ کے مطابق مزارعت میں فقہائے اسلام کے مختلف مذاہب کا فتویٰ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

"حازمی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعودؓ، عمار بن یاسر، سعیدؒ بن مسیب، محمدؒ بن سیرین، عمرؒ بن عبدالعزیز، ابن ابی لیلیٰ، ابن شہاب زُہری اور حنفیہ میں سے قاضی ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ کہتے ہیں کہ کھیت کی پیداوار اور باغ کے ثمر، دونوں کی بٹائی پر مالکِ زمین اور کاشت کار کے درمیان اور مالکِ باغ اور باغ بان کے درمیان معاملہ ہوسکتا ہے۔

یہ دونوں معاملے ایک ساتھ بھی ہو سکتے ہیں جس طرح خیبر میں کئے گئے تھے کہ ایک ہی گروہ سے باغوں کی رکھوالی اور زمینوں کی کاشت کا معاملہ یک جا طے ہوا تھا، اور الگ الگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جن احادیث میں مزارعت کی نہی وارد ہوئی ہے ان کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ وہ دراصل طنزیہ پر مبنی ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد وہ صورت ہے جب کہ مالک زمین نے زمین کے کسی خاص حصے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کی ہو۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زمین کا کرایہ مطلقاً ناجائز ہے خواہ وہ زمین کی پیداوار کے ایک حصے کی شکل میں ہو، یا سونے اور چاندی کی شکل میں، یا کسی اور صورت میں۔ اسی رائے کی طرف ابن حزم گئے ہیں اور انہوں نے بڑے زور سے اس کی تائید کی ہے اور اپنی حجت میں ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو اس کی مطلقاً ممانعت کرتی ہیں۔

امام شافعیؒ اور ابوحنیفہؒ اور عترت (یعنی فقہائے امامیہ) اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ زمین کا کرایہ ان تمام شکلوں میں طے کرنا جائز ہے جو اشیاء کی خرید وفروخت کے لئے قیمت کا کام دے سکتی ہیں، خواہ وہ سونا

ہو، چاندی ہو، استعمالی سامان ہو، یا غلہ ہو۔ لیکن یہ کرایہ خود اس زمین کی پیداوار کے ایک حصہ کی صورت میں طے نہیں کیا جا سکتا جو کرایہ پر دی جا رہی ہو۔ ابن المنذر رکھتا ہے کہ سونے اور چاندی کی شکل میں زمین کا کرایہ طے کرنے کے جواز پر تو تمام صحابہ متفق ہیں اور ابن بطال کہتا ہے کہ تمام فقہاء امصار بھی اس کے جواز پر متفق ہیں۔ لیکن پیداوار کی بٹائی کے ناجائز ہونے پر مذکورہ بالا اصحاب اُن احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو اس کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں اور خیبر کے معاملہ کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ خیبر تو بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور اس کے باشندے آنحضرت ﷺ کے غلام ہو چکے تھے، اس لئے اس کی پیداوار میں سے جو کچھ بھی آپ نے لیا وہ بھی آپ ہی کا تھا اور جو کچھ چھوڑ دیا وہ بھی آپ ہی کا تھا۔ حازمی کہتا ہے کہ یہ مذہب عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور رافع بن خدیجؓ اور اسید بن حضیرؓ اور ابو ہریرہؓ اور نافعؒ سے مروی ہے اور اسی کی طرف مالکؒ اور شافعیؒ اور کوفیوں میں سے ابو حنیفہؒ گئے ہیں۔

امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ غلے اور ثمر کے سوا ہر دوسری صورت میں زمین کا کرایہ طے کرنا جائز ہے۔ غلے اور ثمر کی شکل میں کرایہ لینے سے وہ اس لئے منع کرتے ہیں کہ یہ معاملہ غلے سے غلے کی بیع نہ بن جائے اور ان کے نزدیک ممانعت کے احکام کا اصل منشا یہی ہے۔ فتح الباری کے مصنف نے ان کا مذہب اسی طرح نقل کیا ہے۔ مگر ابن المنذر رکھتا ہے کہ امام مالک کے قول کا مطلب یہ لینا چاہئے کہ اگر کرایہ اس غلے میں سے طے ہو جو کرایہ پر دی جانے والی زمین سے پیدا ہوگا، تو یہ ناجائز ہے، رہی یہ صورت کہ کرایہ پر لینے والا شخص ایک مقرر مقدار غلہ ادا کرنے کا ذمہ لے یا موجودہ غلہ میں سے ادا کر دے تو اس کے جواز میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کہتے ہیں کہ خود زمین ہی کی پیداوار میں سے ایک حصہ کرائے کے طور پر مقرر کرنا جائز ہے بشرطیکہ تخم مالک زمین کا ہو۔ امام احمدؒ کا یہ مذہب حازمی نے نقل کیا ہے"۔ (۵۳)

حال میں الفقه علی المذاهب الاربعه کے نام سے ایک عمدہ کتاب مصر سے شائع ہوئی ہے جس میں اسلامی فقہ کے چاروں مذاہب کے احکام نہایت عمدہ ترتیب اور تفصیل کے ساتھ ان کی اصل کتابوں سے لے کر درج کئے گئے ہیں۔ اس کی تیسری جلد کے آغاز میں مزارعت کے مسئلے پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ ذیل میں ہم اس کا ایک ضروری خلاصہ درج کرتے ہیں کہ اس مسئلے میں فقہائے اسلام کے مختلف مذاہب کا فتویٰ کیا ہے:

مذہب حنفی کی تفصیل:

"مزارعت" (یعنی بٹائی) دراصل مالک زمین اور عامل (کاشت کار) کے درمیان ایک ایسا معاہدہ

ہے جس کی رو سے یا تو عامل زمین کو اجرت پر لیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس کی زمین میں کاشت کرے گا اور پیداوار کا ایک حصہ مالک زمین کو اجرت میں دے گا، یا مالک زمین عامل کی خدمات اجرت پر لیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس کی زمین میں کام کرے گا اور پیداوار کا ایک حصہ اپنے کام کی اجرت میں پائے گا۔ اس نوعیت کا معاملہ حنفیہ میں مختلف فیہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے۔ اور مذہب حنفی میں فتویٰ انہی دونوں بزرگوں کے قول پر ہے نہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر، لیکن خود امام ابوحنیفہؒ بھی مزارعت کو مطلقاً ناجائز نہیں فرماتے، بلکہ اُن کے نزدیک اگر مالک زمین صرف زمین ہی دے کر الگ نہ ہو جائے بلکہ تخم اور ہل بیل وغیرہ میں بھی عامل کے ساتھ شریک ہو تو اس صورت میں پیداوار کی بٹائی پر معاملہ کرنا جائز ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک (جس پر مذہب حنفی میں فتویٰ ہے) مزارعت کی جائز صورتیں یہ ہیں:

ایک یہ کہ زمین ایک کی ہو اور تخم، آلات زراعت اور عمل دوسرے کا ہو اور فریقین میں یہ قرارداد ہو جائے کہ زمین کا مالک پیداوار کا اتنا حصہ (مثلاً آدھا، تہائی یا چوتھائی) لے گا۔ دوسرا یہ کہ زمین اور تخم اور آلات زراعت سب کچھ مالک کا ہو اور صرف عمل دوسرے شخص کا ہو اور پھر یہ طے ہو جائے کہ عامل کو پیداوار میں سے اتنا حصہ ملے گا۔ تیسرا یہ کہ زمین اور تخم مالک دے اور آلات زراعت اور عمل دوسرے کا ہو، اور پھر بٹائی میں دونوں کے حصے کا تناسب طے ہو جائے۔ چوتھا یہ کہ زمین بھی دونوں کی ہو، تخم بھی دونوں لائیں، آلات اور عمل میں بھی دونوں شریک ہوں اور پھر آپس میں حصے مقرر کر لیں۔ اور اس معاملہ کی ناجائز صورتیں یہ ہیں:

پہلی یہ کہ زمین دونوں فریقوں کی ہو، اور ایک فریق زمین کے ساتھ صرف بیج دے اور دوسرا فریق زمین کے ساتھ صرف ہل بیل دے۔ (بعض علما نے اس صورت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر کسی علاقے میں اس طریقے کا رواج عام ہو)۔ دوسری یہ کہ ایک کی زمین ہو، دوسرے کا تخم ہو، تیسرے کے ہل بیل ہوں اور چوتھے کا عمل ہو۔ یا ہل بیل اور عمل تیسرے کا ہو۔ تیسری یہ کہ تخم اور ہل بیل ایک کا ہو اور عمل اور زمین دوسرے کی ہو۔ چوتھی یہ کہ زمین ایک کی ہو، اور تخم میں دونوں شریک ہوں، اور عمل کے بارے میں یہ شرط ہو کہ وہ مالک زمین کے سوا کوئی اور کرے گا۔ پانچویں یہ کہ کسی ایک فریق کا حصہ مقدار کی شکل میں (مثلاً ۵۰ من یا ۱۰۰ من) معین کیا جائے، یا وہ بٹائی کے حصے کے علاوہ ایک خاص مقدار غلہ زائد لے، یا اس زمین کی پیداوار کے علاوہ کوئی اور جنس باہر سے فراہم کر کے دینے کی ذمہ داری کسی فریق پر ڈالی جائے۔

مذہب شافعی:

شافعیہ کے نزدیک بٹائی کی تمام صورتیں ناجائز ہیں خواہ بیج اور زمین مالک دے یا بیج اور عمل کاشت کار کا ہو۔ ان کا خیال یہ ہے کہ زمین کی اجرت خود اسی زمین کی پیداوار میں سے مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں کاشت کار یہ جانے بغیر عمل کرتا ہے کہ اس کے حصے میں کتنا غلہ آئے گا، اس لئے یہ دھوکے کا سودا ہے۔ اس کے بجائے صحیح صورت یہ ہے کہ یا تو مالک زمین کاشت کار کی خدمات ایک مقرر اجرت پر حاصل کرے اور کھیتی مالک کی ہو، یا پھر کاشت کار ایک مقرر اجرت پر مالک سے زمین لے لے اور کھیتی کاشت کار کی ہو۔ یہ صاف صاف معاملہ کرنے کی بجائے ایسا معاملہ کیوں کیا جائے جس میں فریقین کو کچھ معلوم نہ ہو کہ ان کے حصے میں کتنا کچھ غلہ آئے گا؟ شافعیہ کا کہنا یہ ہے کہ احادیث میں مخابرۃ اور مزارعت کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا مطلب یہی ہے۔

لیکن شافعیہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک شخص اپنا باغ دوسرے کو رکھوالی کے لئے دے اور اس کے عمل کی اجرت مقرر کرنے کے بجائے ثمرے میں سے اس کا حصہ طے کر لے۔ نیز ان کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اگر باغ میں کچھ زمین زراعت کے لئے فارغ ہو تو اسی باغ بان کو اس میں زراعت کی بھی اجازت دے دی جائے اور باغ کا مالک اس کی پیداوار میں سے اپنا حصہ بٹائی کے طریقہ پر طے کرے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ یہ مزارعت بجائے خود ایک مستقل معاملہ کے طور پر نہ ہو بلکہ اسی باغ بانی کے معاملہ میں شامل اور اس کی تابع ہو، اور اسی شخص کے ساتھ طے ہو جس سے باغ بانی کا معاملہ کیا گیا ہے۔

مذہب مالکی:

مالکیہ کے نزدیک مزارعت کی یہ صورت جائز نہیں ہے کہ ایک شخص زمین دے، اور دوسرا تخم اور عمل اور آلات کے ساتھ شریک ہو اور پیداوار کو دونوں فریق کسی طے شدہ تناسب کے مطابق آپس میں بانٹ لیں۔ اس کی بجائے مزارعت کی جو شکل وہ تجویز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ زمین، عمل، اور آلات زراعت میں سے ہر ایک کی ایک قیمت روپے یا اموال تجارت (باستثناء غلہ) کے حساب سے مشخص کی جائے۔ مثلاً یہ کہ زمین کو اتنی مدت تک استعمال کرنے کی قیمت پچاس روپے یا اتنے گز کپڑا ہے۔ اور اس مدت کے دوران میں جو زراعت کا عمل اس پر کیا جائے گا اس کی قیمت اتنے روپے یا اتنا کپڑا ہے۔ اور اس مدت میں آلات زراعت جن سے کام لیا

جائے گا ان کے استعمال کی قیمت اس قدر ہے۔ پھر جو فریق ان میں سے جس جس چیز کے ساتھ شریک ہو گا اس کے متعلق یہ قرار دیا جائے گا کہ وہ گویا اتنے سرمایہ کے ساتھ اس مشترک کاروبار میں حصہ دار بن رہا ہے۔ مگر تخم لازماً دونوں فریق برابر لائیں گے اور جو کچھ منافع اس مشترک کاروبار سے حاصل ہو گا وہ اس سرمایہ کی نسبت سے فریقین کے درمیان تقسیم ہو جائے گا، جس کے ساتھ وہ شریک ہوئے ہیں۔

مذہب حنبلی:

حنابلہ کا مذہب اس معاملہ میں تقریباً وہی ہے جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ اس بات کو ضروری قرار دیتے ہیں کہ تخم مالک زمین مہیا کرے۔

لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعد میں مذہب حنبلی کے علما نے اس شرط میں کچھ ترمیم کر دی۔ چنانچہ آگے چل کر جہاں الفقه علی المذاهب الاربعة کا مصنف مذہب حنبلی کے تفصیلی احکام بیان کرتا ہے، وہاں وہ کہتا ہے:

> ”صحیح یہ ہے کہ تخم کا مالک زمین کی طرف سے ہونا شرط نہیں ہے۔ دراصل شرط یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک کچھ رأس المال دے۔ پس یہ صورت بھی صحیح ہے کہ ایک شخص صرف زمین دے اور دوسرا شخص تخم اور عمل اور آلات زراعت کے ساتھ شریک ہو اور یہ بھی درست ہے کہ تخم یا ہل بیل یا دونوں مالک زمین کے ذمہ ہوں اور دوسرے کے ذمہ عمل اور تخم یا عمل اور ہل بیل ہوں“۔ (۵۴)

مولانا مودودی کے مطابق ان تفصیلات پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ فرقۂ ظاہریہ کی ایک چھوٹی سی جماعت کو چھوڑ کر پوری امت کے ماہرین قانون میں سے کسی کا بھی یہ مسلک نہیں ہے کہ زرعی جائیداد کی ملکیت کو صرف خود کاشتی کی حد تک محدود ہونا چاہئے، یا یہ کہ خود کاشتی کی حد سے زائد جتنی زمین آدمی کے پاس ہو اسے مفت دینے یا ڈال رکھنے کے سوا کوئی تیسری صورت اس کے استعمال کی شریعت میں نہیں ہے۔ زائد زمین کی کاشت دوسروں سے کرانے کی کیا صورت جائز ہے اور کیا ناجائز، اس میں تو ضرور مختلف مذاہب کے درمیان اختلاف ہے، مگر فقہ کے ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی صورت ایسی ضرور جائز ہے جس سے ایک آدمی اپنی زمین کی کاشت دوسرے سے کرا سکتا ہے۔ (۵۵)

نتائج:

مندرجہ بالا نکات سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مولانا طاسینؒ اور مولانا مودودیؒ دونوں مسئلہ مزارعت زمین کے بارے میں قرآن وسنت سے جو استدلال پیش کرتے ہیں وہ انتہائی قابل قدر ہیں کہ اس سے عصر حاضر میں مکمل راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

مزارعت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں دونوں کے دلائل علمی بنیادوں پر ہیں اس لئے ان کے دلائل سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ مزارعت جائز عمل ہے۔ اگر اس کو قرآن وسنت، اجماع وقیاس کی بنیاد پر ہونے والے فیصلوں اور نظائر کی روشنی میں کیا جائے۔

اسلامی معیشت میں مولانا طاسینؒ کی رائے میں مزارعت اس لئے جائز نہیں ہوسکتی کہ یہ ارتکاز دولت کا بھی ایک ذریعہ ہے اس لئے وہ خود کاشتی زمین کے لئے دلائل دیتے ہیں۔ اس کو معیشت کی بہتری کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ مولانا مودودیؒ مزارعت زمین کے جواز کے لئے جو دلائل پیش کرتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خود کاشتی سے زائد زمین مزارعت پر دے کر کاشت کرائی جاسکتی ہیں جو طریقہ اسلام کے صدر اول سے رائج رہا ہے اور بعد میں آئمہ اربعہ کے ہاں بھی اس کی جائز صورتیں ہماری راہنمائی کرتی ہیں۔

عصر حاضر کے نظام ہائے معیشت میں جو افراط وتفریط پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے مزارعت زمین اور خود کاشتی پر اسلامی نقطہ نظر قابل عمل اور زمین کی زیادہ سے زیادہ کاشت کے ذریعہ زرعی پیداوار میں اضافہ اور بنیادی ضروریات کی فراہمی میں فراوانی کا مقصد پیش نظر رہا ہے۔

مولانا طاسینؒ کی رائے میں ملکیت زمین کی حد اگر محدود ہوگی تو مزارعت کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ ہر شخص خود کاشتی کے ذریعہ بہتر پیداوار حاصل کر سکے گا جو کہ انسانی ضروریات اور ملکی وقومی آمدنی میں اضافہ کا باعث بنے گی۔ اس کے برعکس مولانا مودودیؒ کے ہاں ملکیت زمین ومزارعت کا جواز بھی یہ ہے کہ مالک خود کاشتی کے بعد باقی زمین مزارعت پر دے کر کاشت کرائے تا کہ زمین کا کوئی حصہ بے کاشت اور بے کار نہ رہے بلکہ مزارعت کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ زرعی زمینوں اور باغات کو قابل کاشت بنا کر پیداوار میں اضافہ کیا جائے تا کہ معاشی خوشحالی انفرادی اور اجتماعی سطح پر لائی جاسکے۔

حوالہ جات

۱۔ المنجد فی الغۃ الادب والعلوم، ص۲۹۸

۲۔ الواقعہ:۵۶:۶۴

۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، جامع ترمذی، ابواب الاحکام، مطبعہ العلوم دہلی، ۱۲۶۵ھ، ج۱

۴۔ الدخان:۴۴:۲۶

۵۔ الزمر:۳۹:۲۱

۶۔ طاسین، محمد، علامہ، اسلامی اقتصاد کے چند پوشیدہ گوشے، گوشہ علم وتحقیق فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۲ء، ص۲۳

۷۔ ......ایضاً......ص۲۴

۸۔ الشافعی، محمد بن ادریس، ابوعبداللہ، الامام، کتاب الام، بیروت، دارالفکر، طبع اول ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ج۷، ص۱۰۱

۹۔ طاسین، محمد، علامہ، مروجہ نظام زمینداری اور اسلام، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ص۶۴

۱۰۔ الکاسانی، علاؤالدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب المزارعۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ج۵، ص۲۵۳

۱۱۔ ابن قدامہ، موافق الدین، علامہ، المغنی، باب المزارعۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۵ء، ج۵، ص۲۴۱

۱۲۔ طاسین، محمد، علامہ، اسلامی اقتصاد کے چند پوشیدہ گوشے، ص۱۵۴

۱۳۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، قاضی، کتاب الخراج، الجامع السّلفیہ المحمدیہ قاہرہ، ۱۹۶۷ء، ص۸۸

۱۴۔ ......ایضاً......ص۹۱

۱۵۔ ......ایضاً......ص۴۱، ۴۲

۱۶۔ طاسین، محمد، علامہ، اسلامی اقتصاد کے چند پوشیدہ گوشے، ص۱۶۰

۱۷۔ مالک بن انس، امام، المؤطا، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی، ص۲۹۴

۱۸۔ ابن رشد، مالکی علامہ، بدایة المجتهد، ج ۲،ص ۲۱۰

۱۹۔ شافعی، امام، کتاب الام، ج ۷،ص ۱۰۱، ۱۰۲

۲۰۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری، متن التحریر، ص ۱۱۴

۲۱۔ ابن قدامہ، موافق الدین، علامہ، المغنی، باب المزارعة، ج ۵،ص ۲۴۴

۲۲۔ مسلم، امام، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض، مکتبہ رحمانیہ، ج ۴،ص ۲۳۹

۲۳۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، امام، السنن ابو داؤد، اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور، ج ۲،ص ۱۲۰

۲۴۔ ......ایضاً......، ج ۲،ص ۱۲۹

۲۵۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجه، ابواب الحرث والمزارعة، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، ص ۳۱۵

۲۶۔ مسلم، امام، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض، ص ۶۷۲

۲۷۔ مسلم، امام، صحیح مسلم، باب نهی المحاقله والمزابنة وعن المخابره، ص ۶۸۰

۲۸۔ ابوداؤد، امام، سنن ابو داؤد، مترجم علامہ وحید الزمان، ج ۲،ص ۱۳۰

۲۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، امام، صحیح بخاری، کتاب الحرث والمزارعة، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ص ۳۷۴

۳۰۔ مسلم، امام، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فی المزارعة والموجرة، ص ۶۶۵

۳۱۔ ......ایضاً......ص ۶۷۶

۳۲۔ ابوداؤد، امام، سنن ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبها، ج ۲، ص ۴۹۴

۳۳۔ مسلم، امام، صحیح مسلم، کتاب البیوع، ج ۴،ص ۱۷۹

۳۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، امام، صحیح بخاری، ج ۱،ص ۳۱۴

۳۵۔ ......ایضاً......، ج ۱،ص ۳۱۵

۳۶۔ نسائی، شعیب، ابوعبدالرحمٰن، امام، السنن نسائی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ج ۲،ص ۱۴۱

۳۷۔ مسلم، امام، صحیح مسلم، کتاب البیوع، ج ۴،ص ۱۷۹

۳۸۔ ابوداوٗد،امام، سنن ابو داؤد، باب فی المزارعة، ج۲،ص۶۳۸

۳۹۔ ابن ماجہ،امام، سنن ابن ماجه،ص۱۷۹

۴۰۔ مسلم،امام،صحیح مسلم، کتاب البیو ع، باب کراء الارض،ج۲،ص۲۶۹

۴۱۔ ......ایضاً......

۴۲۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،سید،مسئلہ ملکیت زمین،اسلامک پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۷ء،ص۵۳

۴۳۔ مسلم،امام،صحیح مسلم، باب کراء الارض،ج۴،ص۲۲۱

۴۴۔ ......ایضاً......،ج۴،ص۲۱۹

۴۵۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،سید،مسئلہ ملکیت زمین،ص۵۵

۴۶۔ الجوزیہ،علامہ ابن قیم، زاد المعاد، مترجم ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری،مکتبہ نذیریہ اقبال ٹاؤن لاہور،ص۱۰۸

۴۷۔ بخاری،محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ،امام، صحیح بخاری،کتاب المناقب،ج۵،ص۱۰۳

۴۸۔ ......ایضاً......

۴۹۔ ......ایضاً......

۵۰۔ ......ایضاً......،باب المزارعة بالشطر و نحوه،ص۳۷۹

۵۱۔ عسقلانی،علامہ،ابن حجر،فتح الباری،دارطیبۃ للنشر والتوزیع ریاض،۲۰۰۵ء،ج۶،ص۳۳۹

۵۲۔ ابویوسف،یعقوب بن ابراہیم،قاضی،کتاب الخراج،الجامع السلفیہ المحمدیہ قاہرہ،۱۹۶۷ء،ص۲۰۰

۵۳۔ شوکانی،علامہ،امام محمد بن علی، نیل الاوطار، دارالجیل بیروت لبنان،ج۵،ص۲۳۲

۵۴۔ الجزیری،عبدالرحمٰن الحنفی،الفقه علی المذاهب الاربعة،دارالکتاب العربی مصر،طبع خامسۃ۱۹۵۰ء، ص۲۱-۳۶

۵۵۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،سید،مسئلہ ملکیت زمین،ص۷۸